کاروکاری (قتلِ غیرت) کی رسم اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

جناب ارشد منیر لغاری

کاروکاری پاکستانی معاشرے میں مخصوص علاقے اور طبقے کی ایک رسم ہے، جسے مرد اور عورت کے ناجائز تعلق کے افشاء پر بطور سزا استعمال کیا جاتا ہے۔ عمومی طور پر اسے غیرت کے قتل کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ سندھی زبان کے دو الفاظ کا مجموعہ ہے۔ کارو، کاری۔ کارو کا مطلب ہے بدکار مرد اور کاری کا مطلب بدکار عورت ہے۔(۱) یہ رسم پنجاب میں، کالا کالی، بلوچستان میں، سیہ کاری، اور سرحد میں، تور تورہ، کے نام سے موسوم ہے۔ جب کوئی عورت کسی غیر مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات میں ملوث پائی جائے، یا اس پر ناجائز تعلقات کا الزام عائد کر دیا جائے تو عورت اگر شادی شدہ ہے تو شوہر اور بیٹا اور اگر غیر شادی شدہ ہے تو باپ، بھائی اور خونی رشتہ دار اس رسم کے تحت اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ وہ غیرت کے دفاع میں مرد وعورت دونوں کو قتل کر دیں۔ رابعہ علی اس کی یہ تعریف بیان کرتی ہیں: ''سندھ میں غیرت کے نام پر ہونے والے قتل کے لئے استعمال کی جانے والی اصطلاح جس میں ملزم پر ناجائز تعلقات کا الزام لگایا جاتا ہے۔''(۲)

رسم ہذا میں عورت جسمانی لحاظ سے کمزور اور معاشرتی پہلو سے مجبور ہونے کی وجہ سے کوئی دفاعی قدم نہیں اٹھا پاتی اور قتل کا فوری نشانہ بن جاتی ہے، جبکہ مرد کبھی کبھی بچ نکلتا ہے، لیکن اس کی جان بخشی نہیں ہوتی۔ وہ ''کارو کار'' قرار دے دیا جاتا ہے اور جب تک وہ متاثرہ پارٹی کے ساتھ صلح/ معاہدہ وغیرہ نہیں کرتا، موت کی تلوار اس کے سر پر لٹکتی رہتی ہے۔ ایک وقت میں اس رسم کا دائرہ پاکستان کے دیہاتی، قبائلی، سرحدی اور کم تعلیم یافتہ علاقوں تک محدود تھا، جبکہ آج کل عزت وناموس کے نام پر قتل کا سلسلہ ان علاقوں تک بھی پھیلتا نظر آتا ہے جہاں پہلے ایسی کوئی روایت موجود نہیں تھی۔(۳) پاکستان کے وہ علاقے جہاں اس رسم کا نفاذ ہے، وہاں ناجائز تعلقات سے درج ذیل صورتیں مراد لی جاتی ہیں:

۱۔ غیر محرم مرد وعورت کا آپس میں تنہائی میں چھپ کر بیٹھنا۔

۲۔ عورت کی طرف سے پسند کی شادی کا اظہار کرنا۔

۳۔ غیر محرم مرد وعورت کا آپس میں ناجائز تعلق پیدا کرلینا۔

۴۔ کسی قریبی رشتہ دار کی طرف سے عورت پر بدکاری کا الزام لگانا۔

بعض اور صورتیں بھی ہوسکتی ہیں جن کی بنا پر کسی عورت اور مرد کو کارو کاری قرار دے کر سزا کا مستحق قرار دیا جاسکتا ہے، لیکن زیادہ تر واقعات میں درج بالا امور ہی سزا کا سبب بنتے ہیں۔

کارو کاری کی رسم کے تحت ہونے والے بعض واقعات:

رسم کارو کاری کسی نہ کسی شکل میں پاکستان کے بیش تر علاقوں، بڑے بڑے خاندانوں اور قبیلوں میں موجود ہے، جہاں ہر سال سینکڑوں افراد اس کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ یہ واقعات بالعموم جنوبی پنجاب اور بلوچستان وسندھ کے قبائلی اور دیہاتی علاقوں میں زیادہ ہوتے ہیں۔ آج کل کارو کاری کے سلسلے کا مشہور واقعہ، بابا کوٹ کیس، جس میں پسند کی شادی کرنے والی پانچ خواتین کو تشدد کے بعد زندہ دفن کردیا گیا، بین الاقوامی اہمیت اختیار کرگیا ہے۔ غیرت کے نام پر قتل کا یہ واقعہ پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے ضلع نصیر آباد کی تحصیل تمبو میں پیش آیا تھا۔ مزید وضاحت کے لیے ذیل میں چند واقعات درج کیے جاتے ہیں، تاکہ اس رسم کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

۱۔ گھوٹکی کے تھانہ یارلوند کی حدود میں گاؤں لعل پتافی میں پہلوان پتافی کو شبہ تھا کہ اس کی بیوی ۲۵ سالہ حوراں کے ممتاز پتافی سے تعلقات ہیں، چنانچہ ۱۷ دسمبر ۲۰۰۳ء کو اس نے اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر اس کا گلا دبادیا اور ممتاز کو فائرنگ کرکے قتل کردیا۔ (۴)

۲۔ شکارپور کے گاؤں شہراں پور کے نزدیک ایک شخص میر محمد نے اپنی بہن مسماۃ (ن) کو ایک شخص علی نواز کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھ کر بندوق سے فائر کرکے ہلاک کردیا، جبکہ علی نواز نے بھاگ کر اپنی جان بچالی۔ اس قتل کا مقدمہ درج نہیں ہوا اور مقتولہ کو بغیر کفن کے دفن کردیا گیا۔ (۵)

۳۔ ۱۳ر دسمبر ۲۰۰۳ء کو امان کوٹ کے قریبی گاؤں رحیم آباد (سوات) میں عمر علی نامی شخص نے اپنی ماں ۴۰ سالہ مسماۃ زینت کو قتل کردیا۔ ملزم نے کہا کہ اسے اپنی ماں کے کردار پر شک تھا۔ (۶)

۴۔ ۴۰ سالہ شمائلہ کی شادی ۲۲ سال قبل حسن سے ہوئی تھی۔ شمائلہ مقامی ہیلتھ سینٹر ہیلتھ وزیٹر کے طور پر کام کرتی تھی۔ شمائلہ کی بیٹی ریشم نے اپنی مرضی سے شادی کرلی جس کی شمائلہ نے حمایت کی۔ حسن

اوراس کے بھائی نے ریشم کے خاوند پر ریشم کو اغوا کرنے کا مقدمہ درج کروا دیا، لیکن شمائلہ کی عدالت سے واپسی پر حسن نے شمائلہ کو قتل کر دیا اور الزام لگایا کہ اسے کسی اور مرد کے ساتھ دیکھا گیا تھا، وہ کاری ہے۔ چنانچہ اسے کاروکاری کے مقامی رواج کے مطابق زمین میں اتار دیا گیا، یعنی اس کی میت کو غسل دیا گیا نہ نماز جنازہ پڑھی گئی، بس ایک گڑھا کھود کر دفن کر دیا گیا ہے۔(۷)

۵۔ رحیم یار خان موضع اکرم آباد کے رہنے والے نبی بخش نے کلہاڑی کے پے در پے وار کر کے اپنے چھوٹے بھائی عارف کو قتل کر دیا۔ نبی بخش کو شبہ تھا کہ اس نے اس کی بیوی سے تعلقات استوار کر رکھے ہیں۔ پولیس تھانہ کوٹ سمابہ نے مقدمہ درج کر کے ملزم نبی بخش کو گرفتار کر لیا۔(۸)

۶۔ ۱۶/فروری ۲۰۰۵ء موضع ڈھانڈلہ تحصیل جام پور ضلع راجن پور کے فاضل خان ولد عبدالحکیم نے تھانہ داجل میں اپنے بیٹے غلام سرور کے خلاف ایف۔آئی۔آر درج کرائی کہ اس نے اپنی بہن مسماۃ جیون مائی کو قتل کر دیا ہے۔ وجہ عناد یہ تھی کہ اس کو شک تھا کہ اس کی بہن کے چھتہ ولد غفور قوم جھانگڑ سکنہ چٹول سے ناجائز تعلقات ہیں۔(۹)

۷۔ ۱۳/اکتوبر ۲۰۰۳ء آٹھ بجے صبح پکا میانوالی تحصیل روجھان ضلع راجن پور میں رحیم حسین نے اپنے پڑوسی ریاض احمد اور اپنی بھابی مسماۃ زرینہ زوجہ کریم حسین کو فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا۔ ملزم کو شک تھا کہ دونوں کے آپس میں ناجائز تعلقات ہیں۔(۱۰)

رسم کاروکاری اور اسلامی تعلیمات:

رسم کاروکاری میں، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، بدکاری کا الزام لگایا جاتا ہے۔ الرملزمین کو کسی وجہ سے قتل نہ کیا جا سکے تو انہیں زبردست قسم کی سزائیں دی جاتیں ہیں۔ بدکاری کے شبہ میں جو سلوک اس رسم میں کیا جاتا ہے، اسلامی احکام اس سے متصادم ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام کی نظر میں زنا ایک انتہائی قبیح اور گھناؤنا فعل ہے اور اس کی سزا بھی انتہائی سخت ہے، لیکن اسے ثابت کرنے کے لئے بھی پورا نظام ہے۔ اس نظام کے تمام مراحل کے پایہ تکمیل ہونے تک ملزم کو مجرم نہیں قرار دیا جا سکتا۔ ذیل میں اس نظام کے بارے میں مختصراً تحریر کیا جاتا ہے، تا کہ کاروکاری اور اس جیسی دوسری رسوم کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر واضح ہو سکے۔

زنا کے بارے میں اسلامی احکام:

زنا کی تعریف امام ابوحنیفہؒ یہ کرتے ہیں:

''ایسی زندہ عورت کے ساتھ رحم کی جانب سے مجامعت کرنا جو ملک و نکاح میں نہ ہو اور نہ اس کے ملک و نکاح میں ہونے کا شبہ ہو اور عورت زانیہ اس وقت شمار ہوگی جبکہ وہ اس حالت میں مرد کو اپنے ساتھ اس فعل کا ارتکاب کرنے دے۔'' (۱۱)

علامہ شوکانی نے زنا کی یہ تعریف کی ہے:

الزنا هو وطا الرجل للمراة فی فرجها من غیر نکاح ولا شبهة نکاح۔(۱۲)

زنا یہ ہے کہ آدمی کسی عورت کے ساتھ بغیر نکاح واحتمال نکاح کے جماع کرے۔

مرد اور عورت بدکاری میں ملوث پائے جائیں تو ان کے بارے میں قرآن مجید میں یہ حکم دیا گیا ہے:

الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة (النور: ۲)

بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا، دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔

اس سے پہلے سورۂ نساء میں ارشاد ہوا تھا:

والتی یاتین الفاحشة من نسائکم فاستشهدوا علیهن اربعة منکم فان شهدوا فامسکوهن فی البیوت حتی یتوفهن الموت او یجعل اللّٰه لهن سبیلا ط والذن یاتینها منکم فاذوهما فان تابا و اصلحا فاعرضوا عنهما ط ان اللّٰه کان توابا رحیما. (النساء:۱۵۔۱۶)

تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہوں ان پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو، اور اگر چار آدمی گواہی دے دیں تو ان کو گھروں میں بند رکھو، یہاں تک کہ انہیں موت آجائے یا اللہ ان کے لیے کوئی راستہ نکال دے۔ اور تم میں سے جو اس فعل کا ارتکاب کریں ان دونوں کو تکلیف دو، پھر اگر وہ توبہ کریں اور اپنی اصلاح کرلیں تو انھیں چھوڑ دو کہ اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

مندرجہ بالا دونوں آیات مبارکہ کی تطبیق حضرت عبداللہ بن عباس کے اس قول سے ہو جاتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

> ''ابتدا میں عورت زنا کرتی تھی تو وہ گھروں میں قید کر دی جاتی تھی، اگر مر گئی تو مر گئی اور اگر زندہ رہی تو زندہ رہی، یہاں تک کہ سورۂ نور کی یہ آیت نازل ہوئی۔ (**الزانیة والزانی**) اس طرح اللہ نے ان کے لیے ایک راہ پیدا کر دی، اب اگر کوئی اس طرح کی حرکت کرتا تو کوڑے لگا کر چھوڑ دیا جاتا۔'' (۱۳)

جرم زنا کا ارتکاب کرنے والے لوگوں کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ زانی محصن، ۲۔ زانی غیر محصن۔

محصن وہ شخص ہے جو بحالت نکاح اپنی زوجہ سے مباشرت کر چکا ہو۔ جمہور کے نزدیک زانی محصن کی سزا پتھروں سے مار کر قتل کر دینا ہے، یا وہ سزا جو اس کے قائم مقام ہو۔ (۱۴) غیر محصن وہ شخص ہوتا ہے جو بحالت نکاح اپنی بیوی سے مباشرت نہ کر چکا ہو۔ اس کے بارے میں اتفاق ہے کہ ایسے زانی کو سو کوڑے مارے جائیں گے۔ (۱۵) حد زنا میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں، یعنی اگر دونوں محصن ہیں تو انھیں سنگ سار کیا جائے گا اور اگر وہ غیر محصن ہیں تو دونوں کو کوڑے لگائے جائیں گے۔ اور اگر ان میں ایک محصن ہے تو اسے سنگ سار کیا جائے گا، اور دوسرے کو کوڑے لگائے جائیں گے۔ (۱۶)

زنا ثابت کیسے کیا جائے؟ اس کے لیے اسلام کا قانون شہادت موجود ہے۔

شہادت لغت میں خبر قاطع کو کہتے ہیں۔ (۱۷) فقہ میں شہادت کی تعریف یہ کی گئی ہے: **اخبار عن مشاهدة و عیان لا عن تخمین و حسبان** ۔ (۱۸) شہادت کسی واقعے کے بارے میں اپنے مشاہدے اور دید کے مطابق خبر دینے کو کہتے ہیں، نہ کہ ظن و تخمین کی بنیاد پر۔ علامہ عینی نے اس کی یہ تعریف کی ہے:

''شہادت اس قطعی اور فیصلہ کن بیان کا نام ہے جو قانونی عدالت میں حاضر ہو کر کسی ایسے معاملے کے متعلق دیا جاتا ہے جو بیان کرنے والے شاہد نے صاف طور پر دیکھا ہے۔ (۱۹) شہادت زنا کے بارے میں قرآن کریم کہتا ہے:

> **والتی یاتین الفاحشة من نسائکم فاستشهدوا علیهن اربعة منکم**۔ (النساء:۱۵)

تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہوں ان پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو۔

اس سے معلوم ہوا کہ بدکاری کے معاملے میں ضروری ہے کہ عینی شاہدوں کی تعداد چار ہو۔ اگر چار سے کم گواہ شہادت دیں تو شہادت قبول نہیں کی جائے گی اور گواہوں پر حد قذف جاری ہوگی۔ اور گواہ بھی مرد ہوں، اسلئے کہ زنا کے مقدمات میں جمہور کے نزدیک عورت کی شہادت معتبر نہیں ہے۔(۲۰) البتہ علامہ ابن حزم کے نزدیک تین مرد اور دو عورتوں کی یا دو مرد اور چار عورتوں کی یا ایک مرد اور چھ عورتوں کی، حتیٰ کہ آٹھ عورتوں کی شہادت بھی قبول کی جائے گی۔(۲۱) اگر چار گواہوں میں سے تین زنا کی بالصراحت شہادت دیں اور چوتھا مشتبہ بات کہے تو تینوں گواہوں پر حد قذف لگائی جائے گی۔ مثلاً اگر تین گواہوں نے زنا کی مشروعہ شہادت دی، لیکن چوتھے نے کہا کہ میں نے صرف اتنا دیکھا کہ ملزم اور ملزمہ ایک بستر پر ایک لحاف میں لیٹے ہوئے تھے تو ملزموں پر حد نہیں جاری ہوگی اور تین گواہوں پر حد قذف جاری ہوگی۔

زنا کے گواہوں میں ان تمام خصوصیات کا پایا جانا ضروری ہے جو عام گواہوں میں از روئے شرع ہونا ضروری ہیں، ان کے علاوہ بھی چند شرائط اور خصوصیات کا پایا جانا ضروری ہے۔ مثلاً گواہوں نے اصالتاً واقعہ زنا کا اس کی تمام شرعی تفصیلات کے ساتھ مشاہدہ کیا ہو۔ اسی بنا پر امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک ضروری ہے کہ چار گواہ ایک ہی مجلس میں حاکم مجاز کے سامنے حاضر ہو کر گواہی دیں۔(۲۳) اسی طرح شہادت میں تمام گواہوں کے بیان یکساں ہوں، اگر ان کے بیانات میں اختلاف ہو تو قاضی ان کو رد کر سکتا ہے۔(۲۴)

ہر طرح کے مقدمات میں قاضی کو چاہیے کہ وہ گواہوں کا تزکیہ کرے، خاص طور پر حدود کے مقدمات میں، جب گواہ شہادت دے چکیں تب ان کا تزکیہ کرایا جائے گا۔ روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ شہادت کے بعد گواہوں کا تزکیہ کرایا تھا۔(۲۵)

جب چار افراد زنا کی شہادت قاضی کے روبرو دیں تو قاضی کو چاہئے کہ ان سے یہ پوچھے کہ زنا کیا ہے؟ کس طرح ہوا؟ کب کیا گیا اور کہاں کیا گیا؟ ماہیت زنا کا سوال اس لئے ضروری ہے کہ بعض لوگ ہر قسم کی حرام صحبت کو زنا سمجھتے ہیں۔ صحبت کرنے کے علاوہ دیگر چیزوں کو بھی شرع میں زنا کہا گیا ہے مثلاً العینان تزنیان (آنکھیں زنا کرتی ہیں) لیکن اس کے بعد ارشاد ہے **والفرج یصدق ذلک**

او یکذب (اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے) حد صرف شرم گاہ میں جماع کے سبب واجب ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح حضرت ماعز سے استفسار کیا تھا، یہاں تک کہ ان سے یہ بھی سوال کیا تھا کہ کیا تم نے اس طرح صحبت کی تھی جیسے سرمہ دانی میں سلائی، اور کنویں میں رسی ڈالتے ہیں، ان سے یہ بھی کہا تھا کہ ممکن ہے تم نے اس کا بوسہ لیا ہو، ممکن ہے تم نے اس کو چھوا ہو۔ (۲۶)

قرائن قاطعہ:

اسلام کے قانون شہادت میں قرائن قاطعہ یا شہادت حالی (circumstancial evidence) کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ فقہاء اس کی تعریف یوں کرتے ہیں: ''ایسی نشانی یا علامت جو حد یقین تک پہنچنے والی ہو۔ (۲۷) ڈاکٹر سید ازکیا ہاشمی کے مطابق: ''یہ ایسی نا قابل تردید شہادت ہوتی ہے جو حالات وواقعات سے اس طرح مستنبط ہوتی ہے کہ اس کے خلاف کوئی اور نتیجہ نکالنا مشکل ہوتا ہے۔'' (۲۸) قرآن کریم سے بھی قرائنی شہادت کا ثبوت ملتا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے کردار کی برأت کیلئے کوئی ظاہری شہادت موجود نہ تھی تو قرائنی شہادت ہی کی تجویز پیش کی گئی۔ (یوسف: ۲۶۔۲۹)

آنحضرت ﷺ کے دور میں بھی بہت سی مثالیں ایسی ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے قرائن کی بنیاد پر فیصلہ فرمایا۔ مثال کے طور پر غزوۂ بدر میں حضرت معوذؓ اور حضرت معاذؓ دونوں بھائیوں میں سے ہر ایک ابو جہل کو قتل کرنے کا مدعی تھا، آنحضرت ﷺ نے ان کے درمیان قرائن کی بنیاد پر فیصلہ فرمایا۔ ان سے آپ ﷺ نے سوال کیا کہ کیا انھوں نے تلواریں تو صاف نہیں کیں؟ انھوں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انھیں لے آؤ۔ تلواریں دیکھ کر آپ نے ایک کے متعلق ارشاد فرمایا: اس تلوار نے اسے قتل کیا ہے۔ چنانچہ ابو جہل کا سامان اس تلوار کے مالک کو دے دیا۔ (۲۹) ڈاکٹر ہاشمی کے مطابق: ''جدید سائنسی ترقی کے نتیجے میں یہ ممکن ہو گیا ہے کہ کسی عورت کے متعلق یہ فیصلہ کیا جا سکے کہ اس نے زنا کیا ہے یا نہیں؟ مرد وعورت کی منی کے ذریعے، جو کپڑوں کے ساتھ لگی ہو، تجزیہ کر کے بتایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے بدکاری کی ہے۔ ویڈیو کیمروں کے ذریعے ان کے بلیو پرنٹ نکالے گئے ہوں تو یہ بھی جرم زنا کے اثبات کے لیے ایک قرینہ ہے۔ مگر اسے قطعی قرینہ نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ اس میں بھی دھوکے کا احتمال ہے، البتہ دیگر شواہد کے ساتھ اس قرینہ سے شہادت کو تقویت مل سکتی ہے۔ (۳۰) اب اگر مدعی درج بالا معیار کے مطابق اپنا الزام ثابت نہ کر سکے تو یہ نہیں ہے کہ اب معاملہ ختم ہو گیا، بلکہ اس کی

طرف سے لگایا جانے والا الزام اب تہمت بن چکا ہے۔ اس نے ایک عزت دار کی عزت سر بازار اچھالی ہے۔ اسلام اس کے لیے بھی سزا کا پورا ایک نظام رکھتا ہے جسے قانون قذف کہا جاتا ہے۔

کاروکاری میں قتل کی روایت اور اسلامی احکام:

بدکاری ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ اس کی سزا بھی یقیناً بہت سخت ہونی چاہئے۔ اسلام اس کے لئے پورا ایک نظام رکھتا ہے۔ جس کے مطابق سزا کے احکام صادر کرتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس معاملے کو اپنی جھوٹی انا، ذاتی و معاشی مفاد، علاقائی و سیاسی اختلاف اور غیر قانونی و غیر اخلاقی رسوم کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے۔ اسلام اس کی کلیتہً اجازت نہیں دیتا کہ صرف شبہات اور افواہوں کی بنیاد پر کسی کی زندگی لے لی جائے۔ اور بالفرض اگر معاملہ سچا بھی ہو تو اسلام کسی کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی بالکل اجازت نہیں دیتا۔ جو کوئی یہ حرکت کرتا ہے اسلام اسے زمین میں فساد پھیلانے والا قرار دیتا ہے اور اسے خدا کے عذاب کا مستحق ٹھہراتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> **ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جھنم خالدا فیھا و غضب اللّٰہ علیہ و لعنہ و اعدلہ عذابا عظیما۔ (النساء:۹۳)**
>
> اور جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کی سزا جہنم ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہوئی اور اس کے لئے اس نے بڑا سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔

علاوہ ازیں...... **ولا تقتلوا النفس التی حرم اللّٰہ الا بالحق**...... فرما کر واضح کر دیا کہ بلا جواز، بلا انصاف اور بے وجہ کسی کا قتل حرام ہے۔ مولانا مودودی "الا بالحق" کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''یعنی انسانی جان، جو فی الاصل خدا کی طرف سے حرام ٹھہرائی گئی ہے، ہلاک نہ کی جائے مگر حق کے ساتھ، اب رہا یہ سوال کہ ''حق کے ساتھ'' کا کیا مفہوم ہے تو اس کی تین صورتیں قرآن میں بیان کی گئی ہیں۔ اور دو صورتیں اس پر زائد نبی ﷺ نے بیان فرمائی ہیں۔ قرآن کی بیان کردہ صورتیں یہ ہیں:

۱۔ انسان کسی دوسرے انسان کے قتل عمد کا مجرم ہو اور اس پر قصاص کا حق قائم ہو گیا ہو۔

۲۔ دین حق کے قیام کی راہ میں مزاحم ہو اور اس سے جنگ کئے بغیر چارہ نہ رہا ہو۔

۳۔ دارالاسلام کے حدود میں بدامنی پھیلائے، یا اسلامی نظام حکومت کو الٹنے کی سعی کرے۔

۴۔ باقی دو صورتیں جو حدیث میں ارشاد ہوئی ہیں، یہ ہیں: شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرے۔

۵۔ ارتداد اور خروج از جماعت کا مرتکب ہو۔ ان پانچ صورتوں کے سوا کسی صورت میں انسان کا قتل انسان کے لئے حلال نہیں ہے۔ خواہ وہ مستامن ہو یا ذمی یا عام کافر۔(۳۱)

احادیث مبارکہ میں بھی ناجائز طریقے سے قتل کی ممانعت آئی ہے اور غیرت میں آ کر قانون ہاتھ میں لینے کو غلط قرار دیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

لزوال الدنیا اھون علی اللّٰہ من قتل رجل مسلم۔(۳۲)

بیشک ساری دنیا کا مٹ جانا کم تر ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلم کے قتل سے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہ انصاریؓ نے کہا: یا رسول اللہ! اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پائے، کیا اس کو مار ڈالے؟ رسول اللہ نے فرمایا: نہیں۔(۳۳)

کاروکاری میں میت کے حقوق پورے نہ کرنا:

بعض قبائل میں یہ طریقہ رائج ہے کہ کاروکاری کے تحت قتل ہونے والے مرد و عورت کی لاش دریا میں بہادی جاتی ہے۔ کچھ لوگ قتل ہونے والوں کو غسل دیتے ہیں نہ کفن۔ ان کی نماز جنازہ پڑھنے کی بھی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی، بلکہ اس کے بغیر ہی قبر میں دفنا دیا جاتا ہے۔ بعض قبائل تو قبر تک نہیں بناتے، بلکہ صرف ایک گڑھا کھود کر میت کو اس میں دفنا دیتے ہیں۔ یہ سلوک اکثر و بیشتر وہ لوگ کرتے ہیں جو کاروکاری کے واقعات کا افشا نہیں چاہتے، بلکہ غیرت کے نام پر قتل کر کے واقعے اور لاشوں کو چھپاتے ہیں، تاکہ عوام اور حکومت/ انتظامیہ کو خبر نہ ہو۔ تھانہ سیمنٹ فیکٹری، بارڈر ملٹری پولیس کے انچارج غلام حسن خان کھوسہ کے مطابق پہاڑوں میں اکثر و بیشتر لاوارث لاشیں ملتی رہتی ہیں جن کے بارے میں غالب گمان یہی ہوتا ہے کہ لوگ ناجائز تعلقات کی بنا پر قتل کر دیے جاتے اور دور کسی پہاڑ وغیرہ پر پھینک دیے جاتے ہیں۔(۳۴)

اسلام، میت کے حقوق ادا کرنے پر زور دیتا ہے، خواہ مقتول یا مقتولہ بدکاری کے تحت سزا یافتہ ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ قبیلۂ جہینہ کی ایک خاتون نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ وہ اس وقت زنا کی وجہ سے حاملہ تھی۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میں نے ایسا فعل کیا ہے کہ مجھ پر حد واجب ہوگئی ہے، لہٰذا آپ مجھ پر حد قائم فرمائیں۔ نبی ﷺ نے اس کے

سرپرست کو بلایا اور فرمایا: اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ جب وضع حمل سے فارغ ہو تب میرے پاس لانا۔ اس نے ایسا ہی کیا تب نبی ﷺ نے حکم دیا کہ اس کے کپڑے مضبوطی سے باندھ دیئے جائیں، پھر حکم دیا گیا کہ اسے سنگ سار کر دیا جائے، چنانچہ اسے رجم کر دیا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی تو حضرت عمرؓ بولے: اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ اس کی نمازہ جنازہ پڑھیں گے جو زنا کر چکی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے تو ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کو مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کر دیا جائے تو ان سب کے لئے کافی ہو جائے۔" (۳۵)

اس حدیث کی تشریح میں مولانا مودودی نے لکھا ہے:

> "رجم کی سزا میں جب مجرم مر جائے تو پھر اس سے پوری طرح مسلمانوں کا سا معاملہ کیا جائے گا۔ اس کی تجہیز و تکفین کی جائے گی، اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور کسی کے لئے جائز نہ ہوگا کہ اس کا ذکر برائی کے ساتھ کرے۔" (۳۶)

اسی طرح حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اسلم نامی قبیلہ کا ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور زنا کا اعتراف کیا۔ نبی ﷺ نے اپنا منہ پھیر لیا حتیٰ کہ اس نے اپنے خلاف چار مرتبہ گواہی دی، تب آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: تجھے جنون تو لاحق نہیں؟ وہ بولا: نہیں، تب آپ ﷺ نے حکم صادر فرما دیا، اور اسے عیدگاہ میں رجم کر دیا گیا۔ اس کے مرنے کے بعد نبی کریم ﷺ نے اسے خیر سے یاد فرمایا اور اس کی نماز جنازہ خود پڑھائی۔ (۳۷)

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ ناجائز تعلقات میں ملوث مرد وعورت سزا پانے کے بعد طعن وتشنیع کا نشانہ نہیں بنائے جاسکتے۔ ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جائے گا جیسا کہ عام مسلمانوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

اب غور طلب بات یہ ہے کہ بدکاری کے مجرم جن پر جرم ثابت بھی ہو جائے اور وہ اقرار بھی کرلیں اور سزا یافتہ بھی ہو جائیں، ان سے تو شریعت اسلامی اچھا سلوک کرنے کا حکم دے اور شارع اسلام ادب واحترام کا عملی نمونہ پیش فرمائیں تو ہمارے ہاں محض ناجائز تعلقات کے شبہ پر ہی انسانی جان کو ہلاک کر دینا، ان کی آخری رسومات کو پورا نہ کرنا اور ساری زندگی ان کی اولاد اور اعزہ کو کالا کالی کا طعنہ دیتے رہنا کیوں کر جائز ہو سکتا ہے؟

☆مگس جایی نخواهد رفت بجز دکان حلوایی ☆

ہتک آمیز سلوک کرنا:

رسم کاروکاری میں اگر مرد وعورت قتل ہونے سے بچ جائیں تو انہیں مختلف جسمانی، معاشرتی اور نفسیاتی سزاؤں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جیسے کہ مرد کو ساری زندگی سرداروں کی نوکری کرنی پڑتی ہے اور وہ معاشرے کی نظر میں گرا رہتا ہے، جبکہ عورت بھی سرداروں کی لونڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ علاوہ ازیں بھیڑ بکریوں کی طرح ان کی خرید وفروخت بھی ہوتی ہے۔ اسلام اس طرح کے تشدد اور جبر کی مخالفت کرتا ہے۔ وہ محض شک وشبہ کی وجہ سے کسی انسان پر بدکاری کے الزام لگانے والے کو قذف کی سزا دیتا ہے اور کسی پر بدکاری ثابت ہو جانے پر بھی اس کے ساتھ نہایت ادب واحترام کا رویہ اپنانے کی تلقین کرتا ہے۔

اگر کسی شخص پر بدکاری کا الزام عائد ہو جائے تو اسلام ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کوئی تیسرا شخص، خواہ وہ قاضی ہو یا حاکم، ملزمان کو اپنے قبضے میں رکھے، اسے غلام اور لونڈی سمجھ کر اس سے غیر انسانی اور غیر اخلاقی سلوک کرے، وہ یا اس کے حواری ملزمان کو اپنی عیش وعشرت کا سامان بنائیں۔ تہمت زنا کے بعد شوہر، والدین اور دوسرے رشتہ داروں کو کیا سلوک کرنا چاہئے اس کے احکام واقعہ افک (النور:۱۱۔۱۲) سے تفصیلی طور پر معلوم کئے جا سکتے ہیں۔

ثبوت ضروری ہے:

رسم کاروکاری میں کسی کی بھی زبان سے مرد وعورت کے ناجائز تعلقات کا اظہار ہو جائے تو انھیں مجرم ٹھہرا دیا جاتا ہے۔ کوئی ثبوت، اقرار یا چشم دید شہادت لازمی نہیں ہوتی۔ پروفیسر محمد اشرف شاہین قیصرانی کے بقول:

> ''سیاہ کاری (ناجائز تعلقات) کی سزا مرد وعورت دونوں کا فوری قتل ہے، اس ضمن میں کسی گواہ یا ثبوت کی ضرورت کم ہی محسوس کی جاتی ہے۔''(۳۸)

جبکہ اسلامی حکومت کسی بھی شخص کے خلاف ناجائز تعلقات/ بدکاری کے جرم میں کوئی کاروائی نہیں کر سکتی، جب تک کہ اس کے جرم کا ثبوت نہ مل جائے۔ مدینہ میں ایک عورت تھی جس کی چال ڈھال سے لگتا تھا کہ وہ کھلی ہوئی فاحشہ ہے، لیکن اُن کے خلاف بدکاری کا ثبوت نہ تھا، اس لئے اسے کوئی سزا نہ دی گئی، حالانکہ اس کے متعلق نبی ﷺ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکل گئے تھے:

لو کنت راجما احدا بغیر بینه لرجمتها۔(۳۹)

اگر میں ثبوت کے بغیر رجم کرنے والا ہوتا تو اس عورت کو ضرور کرادیتا۔

عہد نبوی ﷺ میں خود آنحضرت ﷺ کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ جو ''افک'' کے نام سے تاریخ کا حصہ ہے، رسم کاروکاری کے ناجائز ہونے اور بدکاری/ ناجائز تعلقات کے الزام کی صورت میں طریق کار طے کرنے کے لئے بہترین مثال ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب حضرت عائشہؓ پر الزام لگا تو نہ شوہر نے، نہ باپ اور بھائی نے اور نہ کسی رشتہ دار نے حضرت عائشہؓ کو کسی قسم کی جسمانی تکلیف دی اور نہ واقعہ کے نتیجے میں کوئی قتل و غارت ہوئی، بلکہ فیصلہ اللہ کی شہادت پر ہوا اور وہ بے گناہ ٹھہریں۔ اسی طرح حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے ساتھ ام جمیل متہم ہوئیں تو ان کے کسی گھر والے کی طرف سے کوئی انتہائی قدم نہیں اٹھایا گیا، بلکہ معاملہ حضرت عمر فاروقؓ کی عدالت میں زیر بحث لایا گیا اور تحقیق کے بعد حضرت مغیرہؓ اور ام جمیل بے گناہ ٹھہرے۔(۴۰)

تجاویز اور سفارشات:

ہر علاقے اور قوم کی اپنی روایات ہوتی ہیں جو اچھی ہوں یا بری ان کا تسلسل انہیں تحفظ فراہم کرتا ہے۔ روایات سے انحراف جرم گردانا جاتا ہے۔ جہالت کے دور کی روایات تو اتنی راسخ اور مروج ہوتی ہیں کہ ان سے روگردانی گناہ کے زمرے میں آجاتی ہے۔ یہی حال پاکستان کے مختلف قبائل اور پہاڑی و دیہاتی علاقوں میں رائج رسم کاروکاری کا ہے۔ گذشتہ چند برسوں سے (مغربی دنیا میں) پاکستانی معاشرے کو جن امور کی وجہ سے مطعون ٹھہرایا جارہا ہے ان میں کاروکاری و کالا کالی یا سیاہ کاری بھی شامل ہے۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند اہم اور قابل ذکر تجاویز اور سفارشات پیش کی جائیں، تاکہ اس رسم کے استیصال کے لئے مناسب طریقہ کار سامنے آسکے۔

۱۔ اسلامی تعلیمات پر عمل:

اگر تعلیم کا بنیادی ڈھانچہ اسلامی تعلیمات پر استوار کیا جائے تو کوئی شک نہیں کہ کاروکاری جیسی جاہلی رسومات کا خاتمہ نہ ہو سکے۔ بقول سید قطب شہید: ''اسلام کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ جاہلی تصورات کے ساتھ مصالحانہ رویہ اختیار کرے۔ یہ موقف اسلام نے اس روز بھی اختیار نہ کیا جس روز اس

نے دنیا میں قدم رکھا اور نہ آئندہ اس کی امید ہوسکتی ہے، کیونکہ جاہلیت خواہ کسی دور کی بھی ہو جاہلیت ہے۔(۴۱) ہمیں اس تلخ حقیقت کوتسلیم کرنا پڑے گا کہ ہمارے معاشرے میں بہت حد تک غیر اسلامی روایات اور رواجوں کی پاس داری کی جاتی ہے۔ایسی صورت حال میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے، انہیں بدکاری اور زنا جیسے مذموم جرائم کی شناعت سے اور اس کے گناہ ہونے کے بارے میں مکمل آ گہی دی جائے۔ کیونکہ جہالت اور کم علمی ہی کی وجہ سے معاشرے کے تمام قبیح رسوم ورواج جنم لیتے ہیں، اس لئے معاشرے کے ہر فرد کو تعلیم یافتہ بنانا دراصل ان رسوم اور رواجوں کے خاتمے کی پہلی سیڑھی ہے۔

۲۔مساوات مرد وزن:

کاروکاری جیسی رسم کے خاتمے کے لئے ایک خاص اور اہم ضرورت مساوات مرد وزن کا تصور عام کرنا ہے۔یعنی یہ واضح کیا جائے کہ گناہ مرد کرے یا عورت جرم یکساں ہے تو سزا بھی یکساں ہوگی۔ جب تک اس طرح عورت اور مرد کو ہمارے معاشرے میں مساوی درجہ نہیں دیا جاتا اس وقت تک اس سطح کی رسوم کا سامنا رہے گا۔اگرچہ آئین پاکستان (۱۹۷۳ء) کے آرٹیکل ۲۵ میں واضح طور پر درج ہے کہ تمام شہری بلا امتیاز صنف قانون کی نظر میں برابر ہیں، لیکن عملی طور پر اس کے لئے ضروری اقدامات نہیں کئے گئے۔خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک کے خاتمہ کے لئے منفی سماجی رویوں اور امتیازی سلوک کے خاتمہ کے لئے منفی سماجی رویوں اور امتیازی قوانین میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔اور عورت کے صنف نازک ہونے کی بناء پر اسے سزا سے مستثنیٰ نہیں رکھا جائے گا۔

۳۔قانون سازی اور اس پر عملدرآمد کو یقینی بنانا:

رسم ورواج چونکہ انسان اپنے ماحول اور طبیعت کے زیر اثر اختیار کرتا ہے اور پھر پسندیدگی کی بنا پر اس پر عمل کرنے لگتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب تک ان رسوم اور رواجوں کا مذہب یا ملکی قانون سے براہ راست تصادم نہ ہو، کوئی بھی حکومت ان سے تعرض نہیں کرتی، لیکن اگر یہی رسم ورواج انسانوں کی خیر و خواہی اور بہتری کے بجائے بوجھ، دکھ اور مصیبت کا باعث بن جائے اور ان کا ٹکراؤ مذہب اور ملکی قانون سے ہونے لگے تو پھر ان کی اصلاح کے لئے مداخلت ناگریز ہو جاتی ہے۔ایسی صورت میں قانون سازی کرنا حکومت کا اولین فرض بن جاتا ہے۔حکومت کو چاہیے کہ وہ ایسی رسوم کے خلاف نہ صرف قانون

سازی کرے، بلکہ ان پر عملدرآمد کو بھی یقینی بنائے، تا کہ ملک میں امن وامان برقرار رہے۔ کاروکاری جیسی دوسری رسوم پر مقامی حکومت سے لے کر وفاقی حکومت تک ضلعی اسمبلی، صوبائی اسمبلی، قومی اسمبلی، سینٹ، سیکورٹی کونسل اور کابینہ میں بحث کی جائے اور اس بحث کو نتیجہ خیز بنانے کے لئے ضروری قانون سازی کی جائے اور پہلے سے موجود قوانین پر متعلقہ اداروں کے ذریعے عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے۔ پورے ملک میں عمومی طور پر اور متاثرہ علاقوں میں خصوصی طور پر ان قوانین پر عمل درآمد کرانے اور جواب دہی کے عمل کو متعارف کرانے کیلئے حکومتی و غیر حکومتی سطح پر ایسی کمیٹیاں تشکیل دی جائیں جن میں صحافی، تنظیمی ادارے، پولیس، ناظمین اور کونسلرز اور لیڈی کونسلرز کو شامل کیا جائے، جو متعلقہ رسوم وروایات کے بارے میں عوامی سطح پر شعور اجاگر کریں اور اس میدان میں کام کرنے والے افراد کی مدد کریں۔ بقول محمد اسلم صدیق:

> ''غیرت کے نتیجے میں ہونے والے قتل کی بڑی وجہ اسلامی قوانین کا نفاذ نہ ہونا ہے۔ جب کوئی شخص اپنی آبرو کا جنازہ نکلتے دیکھے اور اسے یہ بھی معلوم ہو کہ اس کی عزت کو پامال کرنے والے کو سزا نہیں ملے گی تو وہ اپنی آبرو کے نقصان کی تلافی یہی سمجھتا ہے کہ اس جرم کے ذمہ دار کو خود ہی قتل کردے، اس لیے ضروری ہے کہ حکومت اسلامی سزاؤں کا نفاذ کرے۔'' (۴۲)

۴۔ لازمی اور معیاری تعلیم:

قبائلی اور پہاڑی علاقوں میں تعلیم نہ ہونے کے برابر ہے، جبکہ دیہاتی علاقوں میں بھی شرح خواندگی بہت مایوس کن ہے، خاص طور پر، بقول پروفیسر ثریا بتول:

> ''ہماری عورت کا مسئلہ یہی ہے کہ وہ ناخواندہ اور جاہل ہے۔ دیہاتوں کی محنت کش خواتین جو اپنے مردوں کے گھروں میں کام کرکے برتن دھوکر صفائی کرکے اپنے بال بچوں اور شوہروں کو پامال رہی ہیں، یہ سب جہالت کے نقصانات ہیں۔'' (۴۳)

ڈسٹرکٹ پبلک سیفٹی کمیشن سکھر کے چیئرمین سید شفقت حسین شاہ کے مطابق:

> ''کاروکاری کا مسئلہ کم تعلیم یافتہ اور پس ماندہ علاقوں میں زیادہ رائج ہے اور اس کا شکار دیہات میں رہنے والے وہ مرد اور عورتیں ہیں جو ان پڑھ اور جاہل ہیں۔ ایسی رسوم کا خاتمہ فقط دینی تعلیم سے ہی ممکن ہے۔'' (۴۴)

چنانچہ مذکورہ بالا عورتوں میں تعلیم کا شعور بیدار کیا جائے اور نوعمر اور بڑی عمر کے لوگوں کے لئے بغیر کسی مالی اور رواجی رکاوٹ کے لازی اور معیاری تعلیم کا بندوبست کیا جائے، کیونکہ تعلیم نہ ہونے کے باعث لوگ اپنے حقوق سے لاعلم ہیں۔انھیں محسنِ انسانیت کی لائی ہوئی تعلیم دی جائے۔تعلیمی نصاب میں اس طرح تبدیلی کی جائے کہ اس سے منفی امتیازی رویوں کا خاتمہ ہو اور صنفی مساوات کو فروغ ملے۔ پروفیسر ثریا بتول کے مطابق:

> ''عورت کو اگر دین و دنیا کی کماحقہ تعلیم دی جائے تو وہ یقیناً نہ خود قابل اعتراض حرکات کرے، نہ مظالم کی شکار بنے نہ کسی پر ظلم ڈھائے۔یقینی امر ہے کہ تعلیم ہی ایک مؤثر ہتھیار ہے جو انسان میں خود شناسی اور خوداعتمادی پیدا کر کے گناہوں سے باز رہنے، موارد تہم سے بچنے اور اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے جرأت مند بنادیتا ہے۔دوسری طرف اپنے فرائض کا شعور دے کر دوسروں کی حق تلفی کرنے سے بھی روکتا ہے۔''(۴۵)

لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے تعلیمی ادارے قائم کئے جائیں جو بیک وقت دینی اور عصری تعلیم فراہم کرسکیں۔

۵۔غربت کا خاتمہ:

رسمِ کاروکاری کے خاتمہ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ غربت اور معاشی مسائل کا خاتمہ کیا جائے۔حکومت کی ہر سطح پر پہلی ترجیح ہونی چاہئے کہ غربت کو کم کرنے کے لئے لوگوں کی بالخصوص عورتوں کی آمدنی میں اضافے کے لئے مؤثر طریقہ کار وضع کرے۔کیونکہ تحقیق کے دوران میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ بہت سے خاندان غربت کی بنا پر اپنی عورتوں کو کاروکاری قرار دے دیتے ہیں، تاکہ انھیں فروخت کیا جاسکے۔چنانچہ لوگوں کی معاشی حیثیت کو بہتر بنانے کے لئے ان کو آسان شرائط پر کاروباری قرضہ جات فراہم کیے جائیں، ووکیشنل ٹریننگ کے ذریعے انہیں مختلف قسم کے ہنر سکھائے جائیں، انسانی حقوق سندھ کے رہنما محمد چھٹل چاچڑ ا کہتے ہیں کہ:

''کاروکاری کی بہت سی وجوہ ہیں، لیکن سب سے بڑی وجہ معاشی مسئلہ ہے۔خاص طور پر دیہی علاقوں میں نوجوان دن بھر ہوٹلوں میں بیٹھ کر اور جوا کھیل کر وقت ضائع کرتے اور چوری ڈاکے ڈالتے ہیں۔یہی

لوگ اپنی معصوم اور محنتی خواتین (جو کھیتوں میں جا کر دن بھر کام کرتی ہیں) کو کسی کے ساتھ بات کرنے یا ذاتی رنجش کی خاطر کاری کا الزام لگا کر قتل کر دیتے ہیں۔" (۴۶)

۶۔ فوری اور سستے انصاف کی فراہمی:

عدل دنیا کے ہر مذہب اور ہر معاشرے میں اہم اور بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ جس معاشرے میں عدل نہ ہو وہ فتنہ و فساد، انتشار و بدامنی، ظلم و عدوان کی آماج گاہ بن جاتا ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ فوری اور سستے انصاف کی دستیابی کسی بھی انسانی معاشرہ کے انتظام و انصرام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں مہنگا، مشکل اور پیچیدہ نظام اور اوپر سے عوام کی اس تک عدم رسائی نے کاروکاری اور اس جیسی دوسری رسوم کو پنپنے میں بہت مدد دی ہے۔ عام لوگوں کا اور خاص طور پر خواتین کا اپنے مظالم کے سلسلے میں عدالت تک پہنچنا مشکل ترین مرحلہ بن چکا ہے۔ اگر وہ کسی طرح پہنچ بھی جائیں تو وہاں مقدمے دس دس سال تک لٹکے رہتے ہیں۔ مقدمہ کرنے والے بعض اوقات قبروں میں پہنچ جاتے ہیں، مگر مقدموں کے فیصلے نہیں ہوتے۔ اس لئے اکثر لوگ عمومی طور پر اور بری رسوم سے متاثر لوگ خصوصی طور پر عدالت کا سہارا لینے کے بجائے متبادل راستے کو ترجیح دیتے ہیں، جن میں جرگہ پنچائیت اور اکٹھ کی مثالیں قابل ذکر ہیں، جہاں مذکورہ مسائل اور جھگڑوں پر فوری فیصلے کر دیئے جاتے ہیں۔ اگر چہ یہ فوری فیصلے اپنے اندر بہت سے نقائص رکھتے ہیں، لیکن لوگ پولیس کی بے رخی اور رشوت خوری، وکلاء کی بھاری فیسیں اور سست روی کے شکار عدالتی نظام پر انہیں ترجیح دیتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عدل وانصاف کے حصول کا نظام آسان اور سادہ بنایا جائے، تاکہ متاثرہ لوگ اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے عدالتی کاروائی میں دقت محسوس نہ کریں، سستا اور فوری انصاف مہیا کیا جائے، نیز عائلی مقدمات کی کاروائی بند کمرے میں کی جائے، تاکہ عوام میں برائی کی تشہیر نہ ہو سکے۔ اسی طرح اسلامی سزاؤں کا نفاذ کر کے بروقت فیصلے کیے جائیں۔

حواشی ومراجع

۱۔ سندھی اردو لغت، سندھی اردو ادبی بورڈ ۱۹۸۰ء، ص ۲۹۸۔

۲۔ rabia ali,the dark side of'honour'shirkat gah,women's resource center, p.o.box:5192,lahore,2001,p.4

۳۔ ماہنامہ، جہد حق، پبلشر، ندیم فاضل، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور، اپریل ۲۰۰۲ء، شمارہ نمبر ۴، ص ۱۴۔

muddassir rizvi"honour killing"rise in pakistan despite state and religious opposition,11,28,2000(www.wikipedia.org)

۴۔ روز نامہ جنگ ملتان، ۱۸ر دسمبر ۲۰۰۳ء۔

۵۔ روز نامہ خبریں، ملتان، ۹ مارچ ۲۰۰۳ء۔

۶۔ ماہنامہ جہد حق، لاہور، جنوری ۲۰۰۴ء، ص ۲۱۔

۷۔ کاروکاری، قتل کرنا غیرت نہیں، کے موضوع پر منعقد سیمینار کی رپورٹ، ۲۵ر نومبر ۲۰۰۱ء، لاہور، شمارہ مارچ ۲۰۰۲ء، ص ۱۰۔

۸۔ روز نامہ جنگ، ملتان، ۲۸ر جنوری ۲۰۰۳ء۔

۹۔ ایف، آئی، آر، نمبر: ۸۱۱۸، تھانہ داجل، تحصیل جام پور، ضلع راجن پور، 16.10.2005

۱۰۔ ایف، آئی، آر، نمبر: ۰۹۸۰۳، تھانہ روجھان، ضلع راجن پور، 13.10.2003

۱۱۔ الکاسانی، علاؤالدین ابوبکر بن مسعود، بدائع الصنائع، کتاب الحدود، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ ج ۹، ص ۱۷۸۔

۱۲۔ الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، فتح القدیر، دار الفکر بیروت ۱۹۸۳ء، ج ۴، ص ۴۔

۱۳۔ سیوطی، جلال الدین، عبدالرحمٰن، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، منشورات مکتبہ آیت اللہ العظمی، قم، ایران، ۱۴۰۴ھ، ج ۲، ص ۱۲۹۔

۱۴۔ ابن قدامہ، ابومحمد عبداللہ بن محمود، المغنی، دار الکتب العربیہ، بیروت، لبنان ۱۹۸۳ء، ج ۱۰، ص ۱۲۲۔

۱۵۔ السرخسی محمد بن احمد بن ابی سہل ابوبکر، المبسوط، ج ۹، ص ۳۶۔

۱۶۔ فتح القدیر، تفسیر سورۂ نور، ج ۴۔

۱۷۔ الزبیدی، محمد مرتضی سید، تاج العروس من جواهر القاموس، دار الفکر بیروت، ج ۵، ص ۴۵۔

فلک بہ مردم نادان دهد زمام مراد ......☆...... تو اهل فضلی ودانش، همین گناهت بس

۱۸۔ ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم بن محمد، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الشہادات، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۹۷ء، ج ۷، ص ۹۳۔
۱۹۔ العینی، ابو محمد محمود بن احمد، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ س۔ن، ج ۱۳، ص ۲۷۱۔
۲۰۔ المغنی: ۱۰، ۱۷۵۔
۲۱۔ ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد بن سعید، المحلی، دار الفکر بیروت، س۔ن، ج ۹، ص ۳۹۵۔۳۹۶۔
۲۲۔ عودہ، عبد القادر، الشہید، التشریع الجنائی الاسلامی، بیروت، ۱۹۶۸ء، ج ۲، ص ۴۱۱۔
۲۳۔ بدائع الصنائع، مطبعۃ الجمالیہ، مصر، ۱۳۲۸ھ، ج ۷، ص ۴۶۔
۲۴۔ المغنی، ج ۱۰، ص ۱۸۳۔
۲۵۔ عثمانی، ظفر احمد، اعلاء السنن، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۷ء، حدیث نمبر ۴۹۶۶، ج ۱۵، ص ۱۳۶۔

فقہ پر امام المنبجی کی کتاب

☆

اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب

مکمل دو جلدوں کا اردو ترجمہ شائع ہوگیا ہے۔

مترجم: محمد ظہیر الدین بھٹی

☆

اپنا نسخہ حاصل کرنے کے لئے رابطہ کیجئے

شیخ زاید اسلامک ریسرچ سینٹر۔ جامعہ کراچی